ڈاکٹر محمد نصر اللہ احسان الٰہی رانا ایم اے۔ پی ایچ۔ ڈی۔

محمد ابو زید الدمنہوری اور اس کی تفسیر

گذشتہ سے پیوستہ

مذکورہ بالا آیتؒ میں الجن اور الطیر کا ذکر بھی وارد ہوا ہے۔ محمد ابو زید الدمنہوری نے یہاں ایک نئی اُپج لی ہے اور ایک نہایت اچھوتی تاویل پیش کی ہے۔ اس کے نزدیک الجن سے مراد اَوّلُ القَوم یعنی سرخیل یا سردار ہے اور اس ضمن میں جنّ سے مراد فوج کا ہراول دستہ لیا ہے۔ اسی طرح ابو زید نے الطیر کو پرندوں کے معنی میں نہیں لیا۔ اس کے نزدیک الطیر ہر وہ چیز ہے جو تیزی سے حرکت کرے۔ اہل لغت اور ائمہ تفسیر نے لفظ جنّ سے مراد اول القوم یا رئیس کبھی نہیں لیا۔ محمد ابو زید اس موقع پر استشہاد کے طور پر شعر جاہلی سے کوئی مراد پیش نہیں کر سکا۔ جن سے مراد پوشیدہ اور چھپی ہوئی مخلوق ہی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ و تبارک نے نار سے پیدا کیا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ [2] یعنی (تمہارے پروردگار نے جن کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

اور آدم سے پہلے پیدا کیا:

وَالْجَانَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ [3] یعنی ہم نے جن کو اس سے پہلے لُو کی آگ سے پیدا کیا۔

مشرکین ان جنات کی پرستش بھی کیا کرتے تھے:

---

[1] ۲۷:۱۶ [2] سورۃ الرحمان، ۵۵:۱۵ [3] سورۃ الحجر، ۱۵:۲۷

بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ[1] یعنی وہ جنوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔

اور یہ آسمانوں کے پاس خبر سننے کے مواضع میں جا بیٹھا کرتے تھے چنانچہ سورۃ الجن میں آیا ہے

وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ط فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا۔

یعنی یہ کہ ہم سننے کے لیے ٹھکانوں میں بیٹھا کرتے تھے لیکن اب جو کوئی سننا چاہے وہ اپنے واسطے گھات میں ایک انگارا پاتا ہے۔

الراغب الاصفہانی نے اس موضوع سے خوب طویل اور مفید بحث کی ہے۔ اسی طرح علامہ فخر الدین الرازی نے بھی اس مخلوق کے وجود پر ناقابلِ تردید دلائل پیش کیے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ محمد ابو زید الدمنہوری کی نظر سے یہ مواد نہیں گزرا۔

جہاں تک الطیر کا تعلق ہے محمد ابو زید الدمنہوری کی تاویل یعنی ہر وہ چیز جو سرعت سے حرکت کرے۔ طیر کہلا سکتی ہے۔ مبنی بر مجاز تصور کی جا سکتی ہے اور ایک حد تک قابلِ قبول بھی ہو سکتی ہے لیکن جب ایک قرینہ کے طور پر "ہدہد" کا ذکر قرآن مجید میں اسی مقام پر وارد ہوتا ہے تو کسی تاویل کی حاجت نہیں رہتی۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ

یعنی جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی موجودات لی تو کہا کہ کیا بات ہے کہ مجھے ہدہد یہاں دکھائی نہیں دیتا یا وہ واقعی غیر حاضر ہے (اگر وہ غیر حاضر ہے تو میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح ہی کر ڈالوں گا یا وہ میرے حضور میں (اپنی غیر حاضری کی) کوئی صریح سند پیش کرے مگر تھوڑی دیر میں (ہدہد نے پہنچ کر) کہا کہ میں ایک چیز کی خبر لے کر آیا ہوں جس کی خبر آپ کو نہ تھی۔ میں آپ کے لیے سبا کی ایک پختہ خبر لے کر آیا ہوں۔

ہدہد اور ملکۂ سبا کی خبر کا قصہ تالمود میں بھی بیان ہوا ہے اور سفر استر (ESTHER) کے دوسرے

---

[1] سورہ سبا، ۳۴: ۴۱ و نمل ۲۷: ۲۰-۲۲

ترجمے میں آیا ہے۔ محمد ابوزید الدمنہوری اس قصے کو ممکن الوقوع ہی قرار نہیں دیتا۔ وہ کہتا ہے کہ:

حضرت سلیمان ہی کیا بلکہ ہر وہ شخص جو کسی پرند یا جانور کی پرورش کرے اور اسے سدھائے وہ اس کی طبیعت سے واقف ہو جاتا ہے اور اس کی حرکات سے اس کے جذبات کا اندازہ لگا لیتا ہے۔ لیکن ابوزید یہاں "الطیر" سے پرند ہی کیوں مراد لیے جائیں۔ "طیر" سے مراد سبک رفتار پیامبر بھی ہو سکتا ہے۔"

سورۃ البقرہ کے چوتھے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی نعمت کا ذکر فرمایا ہے جو بنی نوع انسان پر کی گئی اور وہ حضرت آدم کی آفرینش کا مشہور قصہ ہے۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ الخ

(یعنی وہ وقت یا نعمت یاد کیجیے جب آپ کے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کروں گا تو انہوں نے کہا (اے پروردگار) کیا تو زمین پر ایسا شخص مقرر کرے گا جو یہاں فساد پھیلائے اور خون بہائے۔ اور ہم ہیں کہ تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری تقدیس کرتے ہیں۔

یہ قصہ عہد نامہ عتیق کے سریانی، ارمنی اور حبشی ترجموں میں زمانہ قدیم سے یعنی اسلام بھی کافی عرصہ پہلے سے محفوظ چلا آ رہا ہے۔ ایسے قدیم سریانی اور ارمنی مخطوطات دریافت ہو چکے ہیں جن میں یہ قصہ پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے لیکن محمد ابوزید الدمنہوری ان قصوں سے مطمئن نہیں اور وہ انہیں محض خرافات سمجھتا ہے اس کے نزدیک ملائکہ سے مراد فرشتے ہرگز نہیں ہو سکتے بلکہ "ملائکہ" سے مراد وہ قوانین فطرت ہیں جن سے نظام کائنات قائم ہے اور حوادث روزگار تربیت پاتے رہتے ہیں گویا ابوزید کے نزدیک ملائکہ کا اشتقاق صرف "ملکہ" (یعنی قدرت، طاقت) ہی میں تلاش کرنا چاہیے نہ کہ "ملک" (یعنی بھیجنا، روانہ کرنا) میں۔ یہاں پر اس امر کو نظر انداز نہ کیا جائے کہ اکثر لغات سامیہ میں "ملئک" روانہ کرنے، فرستادن کے معنی میں آتا ہے۔

قرآن مجید میں اصحاب الکہف والرقیم[ط] کا ذکر آتا ہے۔

ط ۱۸: ۸-۱۰

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا
اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً
وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ
سِنِيْنَ عَدَدًا۔

یعنی کیا تو خیال کرتا ہے کہ غار اور کتبے والے ہماری قدرت کی نشانیوں میں ایک عجیب نشانی تھے کہ ایک وقت چند نوجوان غار میں جا بیٹھے اور دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر اپنی جناب سے رحمت نازل فرما اور ہمارے ارادے کی کامیابی کے سامان مہیا کر۔ اس کے بعد کئی برس کے لیے غار میں ان کے کان ہم نے تھپک دیے (یعنی انہیں سلا دیا)۔

ابوزید الدمنہوری کے نزدیک "ضرب علی آذانہم" سے مراد کانوں کو تھپک دینا یعنی سلا دینا نہیں بلکہ اصل مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ان کے کانوں کو دنیا و مافیہا سے کاٹ ڈالا یعنی منقطع کر دیا گویا وہ غار میں بسنے لگے یعنی باہر کے واقعات سے بے خبر رہنے لگے۔" ابوزید نے مزید لکھا ہے کہ:

"یہ غار کا دہانہ بند نہ تھی بلکہ سورج کی روشنی صبح و شام مشرق و مغرب دونوں جانب سے غار میں پہنچ جاتی تھی۔ چنانچہ یہ غار ہر طرح سے بود و باش کے قابل تھی۔"

ابوزید نے آگے چل کر لکھا ہے کہ:

"ان کا کتا (قطمیر) نہ صرف ان کی حفاظت کرتا تھا بلکہ انہیں شکار کرنے اور شکار کو گھر پر یعنی غار تک لانے میں مدد دیتا تھا۔"

یہ قصہ مسیحی دنیا میں بہت مشہور تھا۔ یعقوب ساروجی نے سریانی میں مواعظ پر ایک کتاب مرتب کی۔ اس میں یہ قصہ بیان کیا ہے کہ شہر افسوس Ephesus کے قریب پہاڑ Mt. Anchilus کی ایک غار میں چند حق پرست نوجوان اپنے دور کے جابر اور غالی بت پرست بادشاہ دقیانوس کی ظلم و تعدی سے بھاگ کر جا چھپے تھے اور تقریباً تین سو سات (۳۰۷) سال کے بعد تھیوڈوسیس ثانی Theodosius کے عہد میں جاگ اٹھے اور وہاں سے نکل پڑے۔ محمد ابوزید الدمنہوری نے اس واقعہ کو نئے رنگ میں پیش کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔